ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

مُطالعۂ اقبال، درسی ونصابی زاویے سے

زندہ اقوام، اپنے اکابر اور محسنین کو نہ صرف یاد رکھتی ہیں بلکہ کسی نہ کسی عنوان ان کی قدردانی اوراحترام وتکریم کا بھی اہتمام کرتی ہیں۔ علامہ اقبال، دنیائے اسلام کے ممتاز مفکر اور شاعر ہیں، اور پاکستان کے اکابرین میں تو وہ یقیناً سرفہرست ہیں۔ انہوں نے برعظیم ہند و پاکستان کے مسلمانوں کو ان کی منزلِ مقصود کا پتا دیا، تاہم ان کے اثرات برعظیم تک محدود نہیں۔ دنیا کی ۲۸ زبانوں میں ان کے کلام کا ترجمہ ہو چکا ہے اور اس مردِ خودآگاہ کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ:

اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاکِ بخارا وسمرقند

بلاشبہ، علامہ اقبال رواں صدی کے سب سے بڑے شاعر ہیں اور اس لیے حقیقی معنوں میں ''شاعرِ امروز'' ہیں، لیکن ان کا ''من نوائے شاعرِ فرداستم'' کا دعویٰ بھی بے جا نہیں ہے۔ ایرانی انقلاب میں، اقبال کی شاعری کے اثرات سے انکار ممکن نہیں اور اب وسطیٰ ایشیا سے بہت سے علاقوں میں ''تیز ترک گامزن، منزلِ ما دور نیست'' کی گونج سنائی دے رہی ہے کچھ شبہ نہیں کہ اقبال کی شاعری نے ہماری ذہنی بے داری اور فکر وشعور کی بالیدگی اور پختگی میں نہایت بنیادی اور موثر کردار ادا کیا ہے۔ دنیا میں کم ہی ایسے شاعر ہوں گے، جنہوں نے اپنی قوم پر ایسا غیر معمولی اثر ڈالا ہو، جس طرح اقبال نے ہمیں متاثر کیا...... درحقیقت برعظیم کی ملت اسلامیہ اس اعتبار سے بہت خوش بخت ہے کہ علامہ اقبال جیسا نابغۂ عصر، اس کے اندر پیدا ہوا۔

امت کے لیے اقبال کی بے پناہ امنگوں، آرزوؤں، ولولوں، سوز وساز، درد وداغ اور

جستجو وفکر مندی اور بے تابی واضطراب کو دیکھیے تو وہ ہمیں ملت کے بہت بڑے محسن نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری کی حیثیت ایک منارۂ نور یا لائٹ ہاؤس کی سی رہی ہے یا یوں کہیے کہ: ''بیاباں کی شب تاریک میں قندیلِ رہبانی'' اس صدی کے اوائل میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں نظم گوئی نے انہیں غیر معمولی شہرت ومقبولیت عطا کی۔ ان کی زندگی ہی میں ان کی بعض منظومات اسکول کی نصابی کتابوں میں شامل کی جانے لگیں۔ ان کی وفات کے بعد تو یہ احساس اور زیادہ ہوا کہ مختلف تعلیمی نصابات میں کلام اقبال کو باقاعدہ شامل کیا جائے۔ جون ۱۹۳۸ء میں شائع ہونے والے رسالہ ''تنویر'' میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ ہندوستان میں جس قدر اسلامی درس گاہیں ہیں، ان میں اقبال کا کلام، کورس کا جزو قرار دیا جائے اور اقبال کی سوانح حیات کو بھی کورس میں داخل کیا جائے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مقصدِ حصول، ایک اسلامی فلاحی معاشرے کا قیام تھا۔ کلام اقبال نئی نسل کی راہبری اور اسلامی خطوط اور اذہان وقلوب کی تشکیل وتعمیر کا ایک موثر ذریعہ ہے چنانچہ قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں سے ہی ہمیں تعلیمی نصابات میں، مطالعۂ اقبال کی روایت نظر آتی ہے—اس وقت پاکستان بھر کے اسکولوں، کالجوں اور جامعات میں اقبال کے افکار اور شاعری کا مطالعہ، کسی نہ کسی شکل میں شامل ہے— دیگر مضامین سے قطع نظر اردو کے حوالے سے انٹرمیڈیٹ اور بی اے میں متعدد نظمیں اور غزلیں پڑھائی جاتی ہیں، جیسے، بلال، بلادِ اسلامیہ، جاوید کے نام، شمع اور شاعر، قوت اور دین، زمانہ حاضر کا انسان وغیرہ ایم اے اردو کی سطح پر، بیشتر جامعات میں ایک پورا پرچہ، اقبال کے خصوصی مطالعے کے لیے وقف ہے۔ اس ضمن میں ان کی اردو اور فارسی شاعری کے ساتھ، ان کی نثر، ان کے اردو اور انگریزی خطوط، مضامین اور تقاریر وبیانات کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔

اقبال کے ہاں، ہماری شعری روایت سے مختلف بلکہ ایک حد تک اس کے برعکس، بعض خاص طرح کے تصورات ملتے ہیں، جیسے: خودی وبے خودی کا فلسفہ، وطنیت اور قومیت کی بحث، عقل وعشق کے تصورات، انسان کامل کا نظریہ، یا بعض مسائل میں ان کا ایک مخصوص نقطہ، نظر،

جیسے: تصوف، فقر، تقدیر، تعلیم، فن، ابلیس، مغربی تہذیب، سرمایہ داری، سوشلزم، فاشزم وغیرہ۔

اقبال کے خصوص مطالعے اور تدریس میں، ان سب مسائل وتصورات پر ان کے نقطۂ نظر کی تفہیم وتعبیر اور توضیح وتشریح کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ یہ جس کو علامہ نے جو کچھ کہا، اس کا لب ولہجہ یا اسلوب شعری کیسا ہے؟ اور اس کی فنی قدر وقیمت کیا ہے۔

اس اقبالیاتی درس وتدریس کا مقصد کیا ہے— مختصراً:

۱۔ انفرادی سطح پر اپنی خودی کا عرفان— یہی عرفان، انسان کے اندر شر کے مقابلے میں خیر کی حمایت کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور کائنات میں اس کی تعمیری سرگرمیوں اور اس کے مثبت اور اخلاقی طرزِ فکر وعمل کی بنیاد ہے۔ احساسِ خودی، نہ صرف ادب وشعر بلکہ پوری زندگی کے حوالے سے انسان کی کاوشوں کو ایک نظم، ایک سلیقہ اور ایک اخلاقی چست عطا کرتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ خودشناسی، خداشناسی کی تمہید بن جاتی ہے۔

۲۔ اجتماعی سطح پر ملی تشخص، خصوصاً برعظیم کے اندر متحدہ قومیت کی تحریک کے مقابلے میں، جداگانہ اسلامی تشخص کا ادراک— جس کے نتیجے میں ہندی مسلمانوں میں ایک علیحدہ اسلامی ریاست کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا اور پاکستان وجود میں آیا۔

۳۔ ذہنی وفکری جمود کا خاتمہ اور تقلید وجمود کے بجائے اجتہاد کی روش اپنانے کی تلقین اس بارے میں اقبال بہت فکر مند اور مضطرب ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ صدیوں کی غلامی سے امت کے اندر خوئے غلامی راسخ ہو چکی ہے اور اجتہاد کے بغیر، اس سے نجات ممکن نہیں ہے۔ اس کا مداوا، وہ اجتہاد پر مبنی، تحرک اور جدوجہد سے بھرپور زندگی میں تلاش کرتے ہیں۔ انہوں نے فکری وذہنی جمود کو، ایک جگہ قشر (crust) سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اس crust کو توڑ کر، امت کے اندر زندگی کی حرارت، ولولہ اور تحرک پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

۴۔ علامہ اقبال کی اصل اور بنیادی حیثیت ایک شاعر کی ہے۔ بہ طور شاعر وہ ایک عظیم فن کار تھے— ایک ایسا فن کار جس کی شاعری، ہماری بہترین فنی روایات اور شعری اسالیب کی

جامع اور امین ہے وہ اردو کی جملہ اصنافِ شعر میں ماہرانہ دسترس رکھتے تھے، چنانچہ ان کی اردو اور فارسی شاعری کا متن بھی، مطالعہ اقبالیات کا اہم حصہ ہے۔ متعدد غزلیات اور بعض مختصر اور طویل نظمیں، جیسے: ہمالیہ، عقل ودل، عبدالقادر کے نام، خضر راہ، مسجد قرطبہ، ذوق وشوق، ساقی نامہ، ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام، اجتہاد، علم اور دین، جہاد، مرد مسلمان، ابلیس کی مجلس شوریٰ: وغیرہ سبقاً سبقاً بھی پڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

متن کے مطالعے سے مقصود یہ بھی ہے کہ طلبہ، شاعر اور فن کار اقبال سے بھی آشنا ہوں۔ اقبال جتنا بڑا مفکر تھا، اتنا ہی بڑا شاعر بھی تھا۔ اس کی شاعری معجزہ فن کا ایسا شاہکار ہے، جس کا نمونہ کم از کم رواں صدی میں ناپید ہے۔ اقبال کی قلندری کی بہتر تفہیم، ان کی شاعری ہی کے ذریعے ممکن ہے چنانچہ ان کی ادیبانہ فن کاری اور فنی تجزیے کے ضمن میں یہ مطالعہ بھی کیا جاتا ہے کہ انہوں نے علائم ورموز، تلمیحات ومصطلحات، تشبیہ، واستعارہ، صنائع بدائع، ردیفِ وقوافی، خطابت وغنائیت، تغزل واشاریت، تلازمات وتہ داری، الفاظ وتراکیب کا صوتی آہنگ اور اسی طرح کے بہت سے دوسرے پہلوؤں سے— کیا کیا فنی کمالات اور کرشمے دکھائے ہیں کہ ان کی شاعری نغمہ جبریل اور بانگِ سرافیل بن گئی ہے۔ اقبال کا شعری فن کلاسیکیت ورومانیت کے امتزاج، اسالیب شعری کے تنوع اور بحیثیتِ مجموعی خونِ جگر کا مرہونِ منت ہے:۔

قطرۂ خونِ جگر، سل کو بناتا ہے دل
خونِ جگر سے صد سوزو سرور و سرود

اس اعتبار سے علامہ اقبال کا درسی ونصابی مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں پتا چلتا ہے کہ حیاتِ ابدی کا پیغام کیا ہے— اور یہ کہ ایک شاعر اپنی معجز بیانی ورنگین نوائی سے کس طرح دیدۂ بینائے قوم کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

☆☆☆